بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۹

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا

بارِ امانت

از

سید تاج الدین خلف
نواب اقبال یار جنگ اولی مرحوم
عفی عنہ

مکتوبہ قاری سید عبدالرحیم محمودی

تعارف

ید تاج الدین صاحب نواب اقبال یار جنگ اولیٰ مرحوم کے فرزند ہیں۔ نواب
متاز امراؤ میں سے تھے مرحوم کے نام سے اہل حیدرآباد اچھی طرح واقف ہیں۔ لیکن مرحوم
کے علم و فضل ... بلند مرتبہ امتداد زمانے سے نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے۔ اس لئے علامہ شبلیؒ کے چند الفاظ
ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

"حیدرآباد میں دائرۃ المعارف الدکنیہ کے نام سے جو انجمن قائم ہے جسکے ایک معزز ممبر نواب اقبال یار جنگ بہا
ہم کو امید ہے کہ وہ ہماری گذارش پر توجہ کریگی، ہم شکر گذاری کے ساتھ اسکی علمی فیاضیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔
لیکن ہم کو اس سے زیادہ فیاضیوں کی ضرورت ہے اور ہم کو امید ہے کہ دائرۃ المعارف اور زیادہ اہتمام سے اس مقصد
پر متوجہ ہوگی" شمس العلماء شبلی نعمانیؒ

سفرنامہ۔ روم و مصر و شام بمطبوعہ مطبع معارف اعظم گڈھ ص۹۹

مندرجہ بالا اقتباس سے نواب اقبال یار جنگ مرحوم کا علمی شغف اور علمی خدمات روز روشن کیطرح واضح ہوجاتی ہیں۔
عجیب اتفاق ہے کہ نواب سید تاج الدین صاحب کے تولد سے قبل انکے والد بزرگوار کا سایہ انکے سر سے اٹھ گیا لیکن علمی خدمت کا شوق
اور علوم دینی سے دلچسپی ورثے میں ملی۔ یوں تو جامعہ عثمانیہ میں سلسلہ تلمذ رہا لیکن علماء اور صوفیاء کے فیض صحبت کے مواقعہ
ہاتھ سے جانے نہ دئیے۔ حضرت علامہ محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ سے ظاہری و باطنی علوم میں رہبری حاصل کی۔ آپ ہی کے دست
مبارک پر بیعت ہوئے۔ مجھ سے حضرت عاصمؒ کی قراءت سے پورا کلام پاک نواب صلاح بن شمشیر یار جنگ طاب اللہ ثراہما
کی معیت میں سنایا، اور حضرت امام القراء قاری میر روشن علی صاحب سنتاؒ کے محافیہ میں ختم کیا۔ علم تجوید و قراءت میں
کافی دستگاہ حاصل کی۔ اور دینی کتب کے مطالعے میں انہماک رہتا ہے۔

اب سید تاج الدین صاحب نے اپنے علمی اور دینی تاثرات کو قلم بند کرنے کی طرف توجہ کی ہے۔ موصوف کا مضمون
"بار امانت" آپ کی پہلی کوشش کا نتیجہ ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہیگا اور اس سے آپ کے علمی مدارج
میں بلندی اور وسعت پیدا ہوتی جائیگی۔ خدائے تعالےٰ علم و فضل کے دروازے آپ پر پوری طرح کھولدے، توفیق و تائید
الٰہی سایہ فگن رہے۔ اور آپ اسم با مسمّٰی ہوکر چمکیں فقط المرقوم ۵ رشوال المکرم ۱۳۸۷ھ

"نادر القراءؒ" خواجہ محمد احمد
سابق ناظم آثار قدیمہ
ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی۔ مولوی فاضل۔ ایف۔ آر۔ آئی۔ اے

بارِ امانت

از جناب سید تاج الدین صاحب
خلف نواب اقبال یار جنگ اولی مرحوم

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۔۔۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الی آخرہ)

ترجمہ: بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس امانت کے اٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا بے شک وہ ظلوم و جہول ہے۔ انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات اور مشرکین و مشرکات کو سزا دے گا اور مومنین و مومنات پر توجہ اور رحمت فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔

(سورہ احزاب رکوع (۹))

(۱) امابعد۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے ہم بندوں کو ایسے نبی برحق ختمی مرتبت کے امتی ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ جو تمام عالم کے لئے رحمت بن کر آیا اور جس کے ذریعہ ہمیں ایسی روشن و مقدس کتاب مرحمت فرمائی جو نسل انسانی کے لئے نسخۂ شفاء پیام حیات اور مکمل دستور العمل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم نے اس طرف بہت کم توجہ کی! نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اپنی قوت عمل کو استعمال نہ کر کے مقام "خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" سے ہٹ کر "اسفل السافلین" کے پست سے پست تر مقام پر اتر آئے۔ اس ذلت و پستی سے چھٹکارا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ ہم پھر سے اللہ اور اس کے رسول پر کامل طور پر ایمان نہ لے آئیں اور عمل صالح اختیار نہ کریں اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ (یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے تو ان کے لئے اجر غیر منقطع ہے) سب سے اولین شرط ایمان باللہ ہے۔

(۲) اقوام ماضیہ کی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قوموں کے بننے اور بگڑنے میں قدرت کا یہی قانون کار فرما ہے "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ"

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو احساس جس کو اپنی حالت کے بدلنے کا

اس قانون قدرت کا مفہوم یہ ہوا کہ کسی قوم کو عزت و اقبال اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب وہ اپنے آپ کو عزت و وقار کا اہل قرار دیتی ہے اسی طرح اس قوم کو ذلت و ادبار کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو خود اس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ یہ قدرت کا اٹل اور ناقابل تبدیل قانون ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے مومنین سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر تم بھی اسی قانون فطرت کے تابع رہ کر اپنے اندر تغیر پیدا کریں۔ تو تم بھی اس دنیا میں غالب و فتحمند ہو سکتے ہو اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمان جو ایمان و عمل کے چلتے پھرتے مجسمے تھے دیکھتے ہی دیکھتے ایک قلیل عرصہ میں یہ تمام دنیا کے مالک بن بیٹھے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(۳) قرآن حکیم کی تعلیمات جن خصوصیات

کی حامل ہیں۔ سطور بالا میں ان کا اشارہ کر دیا گیا ہے اب یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ قرآن کی تعلیم اگر ایک طرف سیدھی سادھی ہیں تو دوسری طرف علم و عرفان کے اعلیٰ سے اعلیٰ اقدارات کا پتہ دینے والی ہیں۔ انسان کی جتنی سمجھ بوجھ ولگن ہوگی اتنا اس سے استفادہ کریگا۔ جگہ جگہ قرآن مطالبہ کررہا ہے تدبر، تفکر، تعقل تعلق بالقرآن کا۔ بس ہے کوئی غور کرنے والا؟ اور ساتھ ساتھ یہ اعلان ہے کہ ہم نے قرآن کو تمہاری سمجھ کے لئے آسان کر دیا ہے اور اس حکم کے ذریعہ اپنی ہدایت کو بھی عام کر دیا ہے۔ "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ"۔ یعنی (ہم نے آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا) اس خصوص میں حضرت شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی مدارج کے چار اعتبارات قائم فرما کر قرآنی حقائق پر جو روشنی ڈالی ہے ہماری بصیرت کے لئے شمع ہدایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ مبتدیوں کے لئے قرآن سیاق ہے۔ خواص پر مبادیات کھلتے ہیں۔ اولیاء اللہ پر نکات اور ہمارے نبی صلعم پر روشن حقیقتیں۔ پس آئیے ہم اپنے لئے وہی دعا مانگیں جس کو ہمارے سردار الاولیاء حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی رضی اللہ عنہ جیسے عارف باللہ نے اپنے لئے مانگی تھی۔ یہ دعا ہمارے لئے بھی باعث مقبولیت ہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں توفیق و ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اس دعا کے چند کلمات یہ ہیں:-

"اے اللہ تو ہمیں قرآن پر نگاہ رکھنے کا حق بخش اور اس کی آیتوں کو یاد کروا۔ اس کے محکم آیتوں پر عمل کروا۔ اسکی متشابہ آیتوں پر ایمان نصیب کرا۔ اور رہنمائی اس کی تدبیر میں اور سوجھ انکی مثالوں میں اور نحووں میں اور بصارت و حکمت انکی نور میں۔ یا اللہ ہم کو قرآن حکیم و عظیم کے ساتھ سود مند کر۔ اور اس کی آیتوں اور حکمت والے ذکر میں برکت دے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ تو ہی قبول کرنے والا مہربان اپنی رحمت سے۔ اے ارحم الراحمین یا اللہ قرآن کو ہمارے دل کی بہار بنا اور ہمارے سینوں کی دوا اور ہمارے غموں کی صیقل اور ہمارے آنکھوں کی جلا اور ہمارے بیماریوں کی دوا اور ہمارے گناہوں کو دور کرنے والا، آگ سے خلاصی دینے والا، اے ارحم الراحمین نہ کر قرآن مجید کو ہمارے حق میں برائی اور نہ پل صراط کو ہمارے حق میں پھسلانے والا اور نہ ہمارے سردار حضور صلعم کو ہم سے منہ پھیرنے والا کر (آمین)"

(از غنیۃ الطالبین)

(۴) یہاں تک تو صرف تمہید ہی تمہید تھی اب اصل موضوع پر آرہا ہوں جس کا عنوان ہے "بار امانت" متذکرہ بالا آیات کے انتخاب کی بڑی وجہ یہی ایک تحریک تھی کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنی امانت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ امانت ہے کیا چیز؟ جسے آسمان و زمین اور پہاڑ تک اٹھا نہ سکے۔ اور ڈر گئے۔ لیکن انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا۔ جو ظالم و جاہل ہے (یعنی بہت ہی بھولا ہے)

(۵) امانت۔ سب سے پہلے میں یہاں صرف امانت کا ذکر کروں گا کہ وہ کس قسم کی ہے جسے خالق حقیقی نے اپنی مخلوق کو سونپنا چاہا۔ امانت ایسے کے سپرد ہوتی ہے جو امین ہو اور اسکی حفاظت کی اہلیت کماحقہٗ رکھتا ہو۔ مفسرین کرام کی اس بارے میں مختلف رائیں ہیں۔ بعض روزہ، نماز، حج و زکوٰۃ مراد لیتے ہیں، کسی کی رائے میں احکام ہی بمنزلہ امانت کے ہیں، اور بعض حضرات نے ایمان و ہدایت کیطرف اشارہ فرمایا ہے۔ بعض لوگ طاعت بھی مراد لیتے ہیں، یا پھر ارکان دین یا تجلی ذاتی کی استعداد و اہلیت۔ حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا امانت سے مراد فرائض ہیں۔ ابن جریر رحہ و ابن

مستدرک ابی حاتم وغیرہم اور ابن کثیر نے بھی اسی کے ہم معنی بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔ حضرت عبد الکریم جیلی رحمۃ اللہ نے امانت سے ذات حق تعالیٰ مع اسماء و صفات مراد لی ہے۔ بہرحال مفسرین کرام کی ان تمام تشریحات کے بعد جو روشنی مجھے نصیب ہوئی ہے، خالق کائنات ہی کی زبانی پیش کرتا ہوں۔ نسل انسانی کے باوا آدم کی تخلیق کے وقت فرشتوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ، جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے جواب دیا تو ایسے شخص کو خلیفہ بنائیگا جو زمین پر فساد کریگا اور خونریزی کا مرتکب ہوگا حالانکہ ہم تیری تسبیح و تحمید و تقدیس بیان کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں ان تمام چیزوں کا علم رکھتا ہوں جو تمہارے احاطۂ علم سے باہر ہیں۔ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ

(ترجمہ) اسی نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو دوسروں سے بلند کیا کہ تمہارا اس میں امتحان لے) اور اسی طرح ایک دوسری جگہ بھی خلافت ارضی کی امانت سپرد فرماتے ہوئے حضرت داؤد علیہ السلام خطاب فرماتا ہے

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۝ (رکوع ۲۶ - پ ۲۳)

ترجمہ: اے داؤد ہم نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دیا ہے اسلئے تم لوگوں کے درمیان حق و صداقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے فیصلہ کرو۔ اور کبھی نفسانی خواہشات کی اتباع نہ کرو ورنہ یہ تمہیں راہ خدا سے گمراہ کردینگے۔

(۶) بس یہی وہ مقام ہے اور وقار ہے جو انسان کو بقیہ مخلوق سے ممتاز کرتا ہے، اور اسلئے مالک حقیقی کی نیابت کا انسان ہی زیادہ مستحق قرار پا سکتا ہے چنانچہ حضرت انسان کو اسطرح خلافت ارضی سپرد ہوئی جو تمام امانتوں کے فرائض منصبی کا سرچشمہ ہے اور حکم ہوا کہ زمین پر میری نیابت ربانی خصوصیات اور قدسی صفات کے ساتھ انجام دینا۔ اس بارے میں تیرا امتحان لیا جائیگا۔ تو میرے خیال میں ان متبرکہ آیات شریفہ میں امانت کا جو ذکر آیا ہے وہ بھی خلافت ارضی ہے جو مفسرین کرام نے اپنے اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اس مضمون کا مسودہ ابھی تقطیع و برید کے عالم میں معرض التوا میں پڑا ہوا تھا کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تفسیر پر میری نظر پڑی۔ فرماتے ہیں کہ امانت سے مراد خلافت ارضی ہے جو انسان کو عطا کی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی سرشت میں اطاعت و معصیت کی جو آزادی بخشی ہے

اس کا لازمی نتیجہ اپنی بے شمار مخلوقات پر تصرف ہے چونکہ وہ اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے، صحیح اور غلط اللہ کے سامنے جواب دہ قرار پاتا ہے۔

(۲) اب یہاں وہ منظر ملاحظہ فرمانے کے لائق ہے کہ تخلیق آدم کے موقع پر خالق کائنات عرش معلیٰ پر میلاد آدم مقرر فرماتے ہیں۔ سارے ملائکہ حاضر دربار قدسی ہیں۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم آدم کو تمام اشیاء کی حقیقت سے واقف کرا چکے ہیں تخلیق کا منشا احسن تقویم ہے۔ اس کو مسجود ملائکہ بنایا اور جو کچھ ارض و سما میں ہے سب کے سب اس کی خدمت پر مامور ہیں۔ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (یعنی ان تمام چیزوں کو جو زمین و آسمان میں ہیں تمہارے لئے تابع کر دیا۔ بلاشبہ ان میں اسی قوم کے لئے نشان ہدایت ہے جو غور و فکر کرتی ہیں) انسان کے جامع کمال و اشرف المخلوقات ہونے کا یہی وہ مقام اشرفیت ہے جس کو خدائے قدوس نے خلافت ارضی کی امانت سپرد فرمائی۔ اس موقع پر علامہ اقبال رح کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔ فرشتے تخلیق آدم کے وقت کیا کہتے ہیں

تسخیر فطرت

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد
فطرت آشفت کہ از خاک جہانِ مجبور
خودگرے، خودشکنے، خودنگرے پیدا شد
خبرے رفت ز گردوں بہ شبستانِ ازل
حذر اے پردگیان، پردہ درے پیدا شد

آمد و بے خبر از خویش بآغوشِ حیات
چشم وا کرد و جہانِ دگرے پیدا شد
زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر
تا ازیں گنبدِ دیرینہ درے پیدا شد

اس کے بعد ہی آدم زمین کی طرف آتے ہیں۔ یہ سرزمین اپنی خوش قسمتی پر پھولے نہیں سماتی۔ آنکھیں بند کیا ہوا آدم اپنے کئے پر نادم، قدم قدم پر سجدہ کرتے ہوئے آتا ہے زمین مخاطب ہوتی ہے

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
ایامِ جدائی کے ستم دیکھ جفا دیکھ
بے تاب نہ ہو معرکۂ بیم و رجا دیکھ

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں
تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دور سے گردوں کے ستارے
ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیرِ خودی کر اثرِ آہِ رسا دیکھ

خورشیدِ جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں

جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تری پنہاں ہے ترے خون جگر میں
اے پیکر گل کوشش پیہم کی جزا دیکھ

نالندہ ترے عود کا ہر تار ازل سے
تو جنس محبت کا خریدار ازل سے
تو پیر صنم خانۂ اسرار ازل سے
محنت کش و خونریز و کم آزار ازل سے
ہے راکب تقدیر جہاں تیری رضا دیکھ

(۸)۔ یہی آدم مسجود ملائکہ فطرت کے تسخیر کا مالک اللہ کا خلیفہ، امانت کا اٹھانے والا بغیر پس و پیش امانت کو اٹھا لیتا ہے۔ اس کے متعلق کاتب تقدیر فرماتا ہے کہ یہ انسان بڑا ظالم اور بڑا جاہل ہے جس نے یہ ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ اس سربلندی و سرفرازی کے بعد ایسے سبک الفاظ ظاہر میں سمجھ میں نہیں آتے کہ عتاب کے ہیں یا پیار کے۔ وضاحت سے پہلے ظالم و جاہل کے لغوی معنوں پر غور کر لیتے ہیں۔ ظلوماً یعنی اپنی عملی زندگی میں بڑا ہی حق ناشناس۔ جہولاً کے معنی اپنی اعتقادی زندگی میں بڑا کوتاہ اندیش نسل انسانی کے باوائے آدم کے روبرو یہ امانت پیش ہوئی، انہوں نے اپنے اور اپنی ذریت کے لئے اس ذمہ داری کو قبول فرما لیا۔ اللہ میاں خوب جانتے تھے کہ آدم کی بہت سی ذریت اس امانت میں خیانت کریگی اور اس نے بغیر انجام کو سوچے اتنا بڑا بوجھ اپنے سر لے لیا۔ پھر تسکین کے لئے فرمایا کہ اس پر بھی وہ توبہ و استغفار کرے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ بڑا غفور الرحیم ہے (جیسا کہ زیر مطالعہ رکوع کے آخر میں فرما چکا ہے) اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ محض ظالم و جاہل کہہ دینے سے انسانی کی تحقیر ہو رہی ہے بلکہ ایسا فرمانے سے انسان کی پوشیدہ صلاحیتوں کی در پردہ تعریف ہو رہی ہے۔ ایک جاہل علم سیکھتا ہے تو عالم کہلاتا ہے۔ انسان نے ناترسی کے آگے عدل کے دریا بہا دئیے تب کہیں ظالم سے عادل بنا اور جاہل سے عالم کے مقام پر فائز ہوا۔ بوقت تخلیق انسان جیسا کورا و جاہل و ناترس تھا خداوند عالم نے اس کے سینے کو علم و عرفان سے کھول دیا۔ انسانی فطرت میں علم و عدل۔ ظلم و جہل کی شکل میں پوشیدہ تھیں اس لئے خداوند قدوس نے انسان کو اس لاشعوری دور کی یاد تازہ کرا رہا ہے نہ کہ توہین مقصود ہے صوفیہ کرام بھی اس امر پر متفق ہیں کہ "ظلوم و جہول" یہ دونوں صفتیں مدح کی ہیں مذمت کی نہیں۔ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان اجرام پر امانت عرض کی اور انسان پر فرض وہاں عرض تھی۔ انہوں نے انکار کیا یہاں فرض تھی انھوں نے اٹھا لیا۔ حضرت شیخ جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ آدم کی نظر خدا کے پیش کرنے پر تھی۔ اس محبوب حقیقی کے فعل کی محبت نے امانت کا بوجھ بھلا دیا۔ (یعنی ہلکا کر دیا)۔ مہربانی سے ارشاد باری ہوا کہ تیری طرف سے اٹھا لینا ہے اور میری طرف سے پہنچانا ہے۔ چونکہ تو نے اپنی خوشی سے میری امانت کا بوجھ اٹھا لیا میں نے بھی سب میں سے تجھے اٹھا لیا۔

وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

(از تفسیر قادری صفحہ ۱۵۵)

اس موقع پر حضرت امجد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی بڑی موزوں ہوگی جس کے اندر بقول صوفیہ کرام ناز و نیاز کا پہلو بڑا نمایاں ہے۔ فرماتے ہیں ؎

اس سینہ میں کائنات رکھ لی میں نے
کیا ذکر صفات۔ ذات رکھ لی میں نے

ظالم سہی جاہل سہی، نادان سہی
سب کچھ سہی پہ تیری امانت رکھ لی میں نے

(۹) اب سوال یہ ہے کہ خداوند قدوس نے اپنا قانون، اپنے احکام اپنی شریعت اور اپنی نیابت کس طرح زمین و آسمان و پہاڑوں کو پیش فرمائی جس کے اندر نہ ادراک ہے نہ شعور ہے نہ حیات ہے جس کا اپنی زبان سے اقرار یا انکار کر سکے، بات ایسی نہیں ہے۔ دراصل کہنے کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ جس وقت کائنات کی تخلیق ہو رہی تھی اس وقت پروردگار عالم نے ہر مخلوق میں بوقت تخلیق اس کے فطری تقاضوں کو پورا فرما دیا تھا۔ چنانچہ فرماتا ہے

نَجْعَلُ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا

یعنی زمین کی وسعت مثل فرش کے ہمارے لئے بچھا دی اور اس پر اناج پھل پھول اگائے اور پر نقاب قوی ہیکل پہاڑوں زنجیر سے میخوں کی طرح زمین پر گاڑ دیئے تاکہ زمین جنبش نہ کر سکے اور آسمان کو وہ سربلندی و رفعت عطا فرمائی جیسے ہمارے سروں پر ایک نیلگوں سائبان ہے اس کے نیچے نہ کوئی ستون ہیں اور نہ کسی جگہ پیوند لگے ہیں۔ اور اس کے سائے تلے روشن ستارے راتوں میں ایسے جگمگاتے ہیں جیسے قمقمے آویزاں ہیں چاند و سورج اپنے محوروں پر گھوم رہے ہیں۔ سورج اپنے وقت پر طلوع ہوتا ہے، غروب ہوتا ہے اور چاند اپنے مدار پر کبھی ہلال ہے تو کبھی بدر اور انسان بے زبان تمام مخلوقات سے فائدہ اٹھا رہا ہے، رات اور دن کے اوقات معلوم ہو رہے ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

"کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں"

المختصر یہ سب جلوہ و کارستانیاں سب اسی کی ہیں۔ یہ سب سربلندی و رفعت و زینت شان استقامت ہم کو زمین۔ آسمان اور پہاڑوں میں نظر آ رہی ہیں یہ سب ان کی اپنی ذاتی و فطری یا خصوصی صلاحیتیں ہیں اور اپنے خالق حقیقی کی خدائی قانون کے آگے "سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے" کے مصداق مجبور و محبوس ہیں۔ نہ اچھائی کی پرواہ نہ برائی کا ڈر۔ کہنے کو تو انہوں نے امانت کے قبول کرنے سے تامل و انکار کیا۔ لیکن حقیقت میں وہ اپنی فطرت سے مجبور تھے اور ادراک و شعور ان کو بخشا نہیں گیا تھا۔ تو پھر وہ ایسی ذمہ دارانہ امانت کو کیسے قبول کر سکتے؟ وہ تو اپنے خالق حقیقی کے ارادہ اور مرضی پر خوش ہیں۔

(۱۰) خالق کائنات نے ان تمام اشیاء کے اندر جو جو صفات بوقت تخلیق رکھ دیئے تھے وہ سب کے سب "امانت تخلیقی" ہیں۔ اور یہاں جو کچھ بیان ہوا وہ صرف ظاہرین حضرات کے لئے تھا لیکن صاحبان باطن کے ادراکات کا ایک اور عالم ہوتا ہے اس نکتہ کو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب واضح فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ "کہ ارباب قلوب کے مشاہدات کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے آسمان و زمین کے ہر ذرے کو اپنی قدرت کا علم اور ان کے گوش حق نیوش میں آواز ان اشیاء کے اقرار کی اپنی عاجزی پر بدوں کسی حرف و صوت کے سنائی دیتی ہے جن کے کان ہی نہیں وہ اس کو ایسے نہیں سن سکتے ہیں"

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

یہ عجیب بات ہے کہ عقل اس کو قبول نہیں کرتی اور اشیاء کے بولنے کی کیفیت کو بیان کرتا جاتا ہے کہ وہ کیسی بولتی ہیں۔ اور کیا کہتی ہیں۔ تسبیح و تقدیس خدا کی کیسے کرتی ہیں اور اپنے نفسوں کے عاجز ہونے کی شہادت کیسے دیتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آسمان و زمین کے ہر ذرے کو ارباب قلوب کے ساتھ باطن ہے

ایک مناجات ہے اور ان کا کچھ حصہ دانستہ نہیں۔ اس لئے وہ کلمات خدائے بزرگ و برتر کے کلام کے سمندر سے جسکی کوئی حد نہیں مدد پائے ہیں۔ بہر حال یہ سب ذرات اسرار ملک و ملکوت سے بیان کرتے ہیں اس سے زیادہ افشا کرنا برا ہے۔ اگر بھید کا افشاء درست ہوتا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے (احیاء العلوم جلد چہارم ص۲۶۸)

مزید یہ کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس عارفانہ قول کی تائید مندرجہ ذیل آیت شریفہ سے بھی ہو رہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالے فرماتا ہے:-

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ
وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ط

(سورہ بنی اسرائیل پارہ (۱۵) رکوع (۴) آیت (۴۴)

ترجمہ:- اور کوئی چیز ایسی نہیں جو سوائے اس کے کہ اسکی حمد وثنا کرتی ہو لیکن ان اشیاء کی تسبیح و تقدیس تم نہیں سمجھ سکتے

یہ اور اس قبیل کی دوسری آیتیں مثال کے طور پر زمین و آسمان و پہاڑوں کا انکار و اقرار یا کائنات کا ہر ذرہ ذرہ تسبیح و تقدیس کرتا ہے یہ سب ایسی ملی جلی آیتیں ہیں جن کو آیات متشابہات بھی کہتے ہیں۔ ایک آیۃ دوسری آیۃ کی تفسیر ہے۔ کہیں اجمال ہے تو کہیں تفصیل۔ حضرت رسول مقبول صلعم کے قول مبارک سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے فرما گئے ہیں۔ القرآن یفسر بعضہ بعضا۔ یعنی قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے جاننا چاہئے۔ الحمدللہ یہ مضمون پورا ہوا۔ اس عاصی کی یہ پہلی سعی خداوند قدوس قبول فرمائے اور جو کچھ اس میں قصور ہو در گذر فرمائے آمین۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ
وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ بِرَحْمَتِكَ
يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

چند مادہ ہائے تواریخ وصال اولیاء کرام و بزرگان ملت

مرسلہ جناب شیخ فرید مظہر صاحب مدرس مدینۃ العلوم محلہ جابر باولی ورنگل

(۱) حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ؒ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	لعل بے بہا ۱۵۰ھ
(۲) حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ	کمال عشق ۵۶۱ھ
(۳) حضرت شیخ شرف الدین مصلح ؒ سعدی شیرازی سہروردی	خاص ۶۹۱ھ
(۴) حضرت سلطان فیروز شاہ تغلق شہنشاہ ہند ؒ	وفات فیروز ۷۹۰ھ
(۵) حضرت سلطان نصیر الدین ہمایوں شہنشاہ ہند ؒ	"ہمایوں بادشاہ از بام افتاد" ۹۶۳ھ
(۶) حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی نقشبندی	رفیع المراتب ۱۰۳۴ھ
(۷) حضرت صوفی سرمد رح دہلوی	محمد مرقد شہید سرمداب ۱۰۷۰ھ
(۸) حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی	قطب زمانہ خویش بود ۱۱۴۲ھ

(۱) اللّٰھم الف بین:- جناب شیخ محبوب صاحب مغفور قادری وظیفہ یاب مدرس کے چھوٹے فرزند برخوردار محمد عبدالوحید سلمہٗ کی خانہ آبادی برخورداری عائشہ سلمہا بنت جناب شیخ ظہور الحق صاحب قادری ساکن ... سے ۱۶ رجب م ۱۱ نومبر یوم پنجشنبہ بعد عصر بمقام یحییٰ مسکن قاضی ابدہ عمل میں آئی ــــــ

(۲) بتاریخ ۱۹ رجب سنہ ۸۵ھ م ۱۴ نومبر یوم یکشنبہ بعد عصر جناب حبیب محمد صاحب قدیری سابق صوبہ دار صوبہ ورنگل کی چھوٹی دختر حبیبہ زینب سلطانہ سلمہا کی خانہ آبادی جناب ڈاکٹر عثمان بن احمد صاحب ایم۔بی۔بی۔ایس میڈیکل افسر تعلقہ کورٹنگل سے ملک پیٹھ قدیم میں عمل میں آئی ــــــ

(۳) جناب مولوی سید محمد عبدالرزاق صاحب جعفر موسوی ریڈر شعبہ ثقافت جامعہ عثمانیہ کی بڑی صاحبزادی سلمہا کی خانہ آبادی جناب حفاظت اللہ صاحب مالک سلامت والچ کمپنی سے بتاریخ ۲۴ رجب سنہ ۸۵ھ م ۱۹ نومبر یوم جمعہ بعد عصر قادری چمن عمل میں آئی ــــــ

سلام اللہ اللہ!

از جناب نور اللہ صاحب نوری قدیری حال مقیم بمبئی

جناب نوری صاحب بڑے کہنہ مشق شاعر اور ادیب اور اچھے انشاء پرداز، زبان کے رسیا، فقیر کا موصوف کا بچپن کا طالبعلمی کا ساتھ رہا۔ ملازمت میں بھی ساتھ رہا اور ہمسائگی بھی۔ ان پر طرفہ یہ کہ موصوف کی اہلیہ میری ہمشیرہ دینی ہیں۔ موصوف کا مذاق شاعری سلجھا ہوا اور نظر اونچی ہے۔ آپ نے حضرت داغ دہلوی مرحوم پر (۳۰۰) صفحات کی کتاب بڑی تحقیق و کد و کاوش سے لکھی۔ حضرت داغ مرحوم کی دہلی، رامپور اور حیدرآباد کی زندگی کا اچھا مرقع کھینچا۔ جگہ جگہ نمونہ کلام دے کر اس کا تجزیہ بھی قابلیت سے کیا۔ غرض "داغ پر یہ "بے داغ تحقیق" ہے۔!

جناب نوری صاحب کا کلام مختلف جرائد میں چھپتا رہا۔ اپنی رباعیات حمایل کی سائز پر طبع کروائیں۔ جو بے حد مقبول رہیں۔ پولس ایکشن کے بعد سے حیدرآباد کے حالات سے متاثر ہو کر بمبئی میں قیام فرمایا، اور فن مساج کے ماہر بھی ہیں۔ اور اس کے جدید طریقوں سے کامیاب کر دکھایا ہے۔ ذیل کے نعتیہ اشعار سے ان کے جلی لگاؤ کا اندازہ ہو جائے گا۔ (القدیر)

وہ لیتے ہیں میرا سلام اللہ اللہ | کہاں وہ کہاں یہ غلام اللہ اللہ؟
تصور کی جس جا رسائی نہیں ہے | وہاں وہ ہیں محوِ خرام اللہ اللہ!
غلاموں پر اُن کی نوازش ہے کتنی | وہ دیتے ہیں خود بڑھ کے جام اللہ اللہ!
نظارہ کسی کا جو پیشِ نظر ہے | سحر اللہ اللہ ہے شام اللہ اللہ!
طہارت ہے مد نظر روح و تن کی | حلال اللہ اللہ! حرام اللہ اللہ!
دو عالم بھی ہیں ہیچ نظروں کے آگے | زباں پہ ہے کس کا یہ نام اللہ اللہ!
پکار اُٹھے دنیا کہ شیدا ہیں تیرے | ہوا ایسا کوئی ہم سے کام اللہ اللہ!

دل مردہ کس سے ہوا زندہ نوری
یہ آیا ہے کس کا پیام اللہ اللہ؟

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

مدرسہ عربیہ عالیہ ثانویہ

مسجد ساجدہ بیگم متصل کمان مغلپورہ حیدرآباد دکن ۲

اوقات تعلیم بعد عصر تا عشاء

اس مدرسہ کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ جو طلباء جماعت چہارم تک تعلیم حاصل کر کے آگے بڑھنے سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی تعلیم اس مدرسہ میں جاری رکھکر تین سال ثانوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ عربی و فقہ کی تعلیم کیلئے جامعہ نظامیہ کی جماعت مولوی میں داخل ہو کر مولوی، مولوی عالم، مولوی فاضل کی تعلیم حاصل کریں۔ یا لطیفیہ عربی کالج یا اردو کالج کے انٹرنس میں داخل ہو کر انٹرنس، ڈپ اوال۔ بی اوال کی ڈگری عثمانیہ یونیورسٹی سے حاصل کر کے روزگار حاصل کرسکیں اور اپنی دینی و دنیوی زندگی کامیاب بنائیں۔

اس کے علاوہ علم تجوید، قرأۃ عاصمؒ و قرأت سبعہ و عشرہ کا خاص انتظام تعلیم ہے

خادم ملت:- **شیخ محبوب قادری** وظیفہ یاب تعلیمات
معتمد مرکزی انجمن تعلیم قرآن
حیدرآباد (دکن - پی)

تقریظ منجانب سید تاج الدین خلف نواب اقبال یار جنگ بہادر اولی مرحوم

نسبت نقشہ مخارج حروف ہجا بالتصویر

مرتبہ مولوی قاری سید عبدالرحیم محمودی

....

حضرت امام القراء مجدد فن تجوید قاری میر روشن علی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان ہے کہ محبی قاری مولوی سید عبدالرحیم محمودی نے خدمت کلام مجید (فن تجوید) میں اپنے جذبات فن کو اجاگر کر دیا۔ دور موجودہ میں طریقۂ تعلیم میں سہل الاصول نظریات کو زیادہ سے زیادہ پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ جدید طرز تعلیم میں نقشوں اور خاکوں کو جو اہمیت حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔ دینی اور مذہبی تعلیم کو جدید مقبول طریقوں پر ڈھالنے کی ضرورت ہے تاکہ جو ذہن جدید طریقوں کے عادی ہو گئے ہیں وہ مضمون کو آسانی کے ساتھ قبول کر سکیں۔ قاری صاحب موصوف نے اسی خیال کو ملحوظ رکھکر مخارج حروف ہجا کا نقشہ اپنی خاص صلاحیتوں سے کام لیکر مرتب کیا ہے۔ لائق موجد نقشہ ماہر قراءت ہونے کے علاوہ بہترین خطاط اور آرٹسٹ بھی ہیں۔ یہ نقشہ آپکی اعلیٰ صلاحیتوں کا شاہکار ہے۔

ان دنوں قاری صاحب موصوف مدرسۂ عربیہ عالیہ ثانویہ میں بمسجد ساجدہ بیگم متصل کمان مطبورہ مغرب تا عشاء فن تجوید القرآن کی تعلیم دے رہے ہیں۔ شائقین و طالبانِ علم تجوید کے لئے زریں موقعہ ہے کہ استفادہ کریں بصحت تلاوت قرآن مجید کیطرف متوجہ ہوں

"محبی قاری صاحب موصوف کے مرتبہ نقشہ مخارج حروف کی نسبت میرے استاد محترم حضرت خواجہ محمد احمد صاحب نادر القراء" کی تقریظ جو میری نظر سے گذری ہے آپکے ملاحظہ کیلئے درج ذیل ہے"۔

تقریظ منجانب مولوی قاری عشرہ خواجہ محمد احمد صاحب "نادر القراء" سابق ناظم آثار قدیمہ، ایم اے۔ ال ال۔ بی مولوی فاضل ۔ ایف۔ آر۔ آئی۔ اے

حضرت امام القراء میر روشن علی الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فنی استفادہ اور نکات کی تحقیق میں جن حضرات نے زیادہ استفادہ کیا ہے ان میں مولوی سید عبدالرحیم صاحب محمودی کا مقام نہایت بلند ہے۔ استاد اور نقشہ جات کے بنانے میں ابتدائی ہدایات حضرت سے حاصل کیں۔ چنانچہ موصوف کے تیار کردہ قراءت عاصم و قراءات عشرہ کی اسناد کے دیدہ زیب اور سریع الفہم نقشے بیحد مقبول ہوئے۔ اب موصوف نے مخارج اور صفات حروف کے نقشے تیار کئے ہیں اس میں شک نہیں اس سے قبل بھی مخارج اور صفات کے نقشے تیار کئے گئے ہیں اور ان کو کچھ رواج بھی حاصل ہوا لیکن طالب علم اور محقق دونوں کیلئے ان میں کثرت سے تشنگیاں رہ گئی ہیں۔ مولوی عبدالرحیم صاحب محمودی نے بڑی تحقیق اور انتہائی کاوش کے ذریعہ ان کو حل کرنے کی زبردست کوشش کی ہے ان میں کوئی سبقت دوسروں سے آگے لے گئے ہیں۔ میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ ابھی تک جس قدر نقشے شائع ہوئے ہیں ان میں یہ نقشہ سب سے زیادہ فائدہ بخش اور آسانی کے ساتھ سمجھ میں آنے والا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ رواج دیا جائے۔

احقر

محمد احمد عفی عنہ